# قصہ غرانیق اور مستشرقین کی تحریرات کے اہداف اور محرکات

# The Targets and Motives of Orientalists Statements about Gharaneeq Story

ڈاکٹر ثناء اللہ*

سعید الحق جدون**

## Abstract

The former orientalist conceived that the Holy Quran came as a result of efforts done by prophet, but there are orientalists who believe that it was not due to the efforts by human but it came over the passage of time. Generally, the orientalists made every effort to affront the true and holy image of last prophet PBUH-the final messenger of Allah as well as the Quran, (revealed words of Allah) in a bid to create ambiguity and hurt the reliability of both. They also left no opportunity to touch and allegedly refer to as Satanic verses. Some of them who are more significant in paying heed specifically to this issue in their work are Karen Armstrong, Montgomery Watt and Maxims Robinson. According to objective of their work is to prove this fallacy that Quran does not come due to revelation from Allah. But, most famous Muslim scholars like Al-Qurtabi, Al-Radi, Qadi Ayaz and Ibn al-Arabi provided proofs that this is only myth and Satanic verses have no base at all. The article is focused to analyse the Orientalists views on the satanic verses and their drastic failure in upholding their objectivity pertaining to the false story. This research paper is intended to study that how they failed in proving the major objectives of the false story.

**Key Words:** Quran, Satanic Verses, Orientalists, Muslim Scholars.

* ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف قرآن اینڈ تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

** پی ایچ ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان۔

قرآن کریم کا مطالعہ مستشرقین نے جن نقطہ ہائے نظر یا ہدف سے کیا ہے ان میں ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن خدا کی کتاب نہیں ہے (نعوذ اللہ) بلکہ محمد ﷺ کی تصنیف ہے، چنانچہ اس کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اس پر مختلف پہلوؤں سے اعتراضات کئے ہیں۔

اس حوالے سے مستشرقین ایسے افسانوی اور موضوع روایات کو بغیر کسی جھجک کے نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ اس کو مختلف انداز میں اپنے اہداف کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں، ان افسانوں اور موضوع روایات میں ایک قصہ غرانیق بھی ہے جس کا خلاصہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

## قصہ غرانیق کا پس منظر

ابن جریر الطبریؒ نے تفسیر "جامع البیان" اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر "الدرالمنثور" میں[1] سمیت کئی تفاسیر نے یہ واقعہ تفصیل سے ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ قریش کی مجلس میں یا خانہ کعبہ کے اندر حالت نماز میں سورہ نجم تلاوت فرمارہے تھے، جب آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى ○ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى ○﴾[2]

یعنی "اے کفار کبھی تم نے غور کیا، لات وعزی کے بارے میں اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے"۔

جب آپ ﷺ نے یہ تلاوت فرمائی تو شیطان نے کسی حیلے سے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوادیئے (تلك الغرانيق العلى، وإن شفاعتهن لترتجى)[3] یعنی یہ بت مرغان بلند پرواز ہیں اور ان بتوں سے شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی زبان پاک سے یہ الفاظ سن کر کفارِ قریش بہت خوش ہوئے اور سورت ختم ہونے پر جب پیغمبر ﷺ سجدہ کرنے لگے تو آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکینِ قریش سب نے سجدہ کیا چنانچہ جب آپ ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو مکہ مکرمہ کے کفار نے آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور وہ مکہ کے طول و عرض میں چکر لگانے لگے وہ اپنی

زبانوں سے مسلسل یہ نعرے بلند کررہے تھے، یہ بنو عبد مناف کے نبی ہیں۔ ولید بن مغیرہ بڑھاپے کی وجہ سے سجدہ نہیں کرسکتا تو اس نے مٹی اور کنگریاں ہاتھ میں اٹھا کر پیشانی کے ساتھ لگا کر سجدہ کیا۔[4]

یہ خبر حبشہ میں بھی پہنچ گئی اور وہاں مشہور ہو گیا کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کرلیا ہے، اس لئے حبشہ سے کئی مہاجرین مکہ واپس آگئے۔ جبرائیل علیہ السلام جب شام کو آقائے نامدار ﷺ کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے آپ ﷺ سے سورۃ نجم پڑھنے کے لئے کہا: آپ ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور اس میں (تلك الغرانيق العلى) کے دو جملے بھی پڑھے، اس پر جبریل امین نے فرمایا: میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نے یہ جملے آپ ﷺ کے سامنے پڑھے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر غم زدہ ہو کر فرمایا: (نعوذ باللہ) میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات کی نسبت کردی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی ہے۔ اس وقت یہ آیات (۷۵-۷۳) نازل ہوئیں:

﴿وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ○ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ○ إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ○﴾[5]

اور انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کو اس کتاب سے برگشتہ کردیں جو ہم نے آپ ﷺ کو نازل فرمایا ہے، تاکہ آپ ﷺ تہمت باندھ کر (منسوب کریں) ہماری طرف اس کے علاوہ تو اس صورت یہ لوگ آپ کو دوست بنالیں گے، اور اگر ہم نے آپ ﷺ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ﷺ ان لوگوں کی طرف کچھ نہ کچھ ضرور مائل ہوجاتے (بفرض محال اگر آپ ایسا کرتے تو) اس وقت ہم آپ ﷺ کو چکھاتے دوگنا عذاب دنیا میں اور دوگنا عذاب موت کے بعد۔ پھر آپ ﷺ نہ پاتے اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار۔

محمد عربی ﷺ اس حالت میں پریشان تھے، اس حالت میں قرآن کریم نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دی:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[6]

اور آپ ﷺ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا گیا ہے مگر جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شکوک ڈال دیئے، پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کی اس دخل اندازی کو مٹادیا، اور اپنی آیاتوں کو پختہ کر دیا اور اللہ تعالی سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔

جب کفار مکہ کو معلوم ہوا کہ بتوں کی تعریف وتوصیف میں رسول اکرم ﷺ نے جو الفاظ کہے تھے ان کو شیطانی کاروائی کہہ کر ان سے برات کا اعلان کر دیا ہے تو انھوں نے مسلمانوں کے خلاف ظلم و ستم کی وہ کاروائیاں دوبارہ شروع کر دیں جو اس واقعہ کی وجہ سے عارضی طور پر رک دی گئی تھیں۔

## واقعہ غرانیق پر تحقیقات سے مستشرقین کے اہداف ومحرکات

مستشرقین نے اس افسانے کو اپنی مذموم تحقیقات میں خوب استعمال کیا ہے، ان کا مقصد اسلامی تعلیمات کو مشکوک کرنا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ ان ضعیف روایات اور موضوع واقعات کا سہارا لیتے ہیں، چنانچہ وہ اس واقعہ سے حسبِ ذیل باتیں ثابت کرتے ہیں:

### 1۔اسلام توحیدی مذہب نہیں

مستشرقین غرانیق کے اس سے باور کرنا چاہتے ہیں، کہ اسلام ہمیشہ ایک توحیدی مذہب نہیں رہا، چنانچہ اس بابت میں منٹگمری واٹ لکھتے ہیں:

"یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے کے روشن خیال مسلمانوں کے عقیدے کو مبہم توحید کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"[7]

## 2۔اس واقعہ سے شرک کا جواز

مستشرقین اس واقعہ سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیغمبر اسلام شرک کو جواز مہیا کرتے رہے۔ منٹگمری واٹ نے اس موضوع واقعہ سے استدلال کیاہے کہ یہ دراصل شرک کا جواز ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں:

"یہ ایک تعجب کن واقعہ ہے، توحیدی مذہب کے پیغمبر اصول پر کسی قسم کی مفاہمت نہیں کرتے تھے، تاہم شرک کو جواز فراہم کرتے تھے، یہ قصہ اس حد تک تعجب خیز ہے کہ اس کی بنیادی باتیں ضرور سچی ہوں گی۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کسی شخص نے یہ کہانی تراشی ہو اور پھر مسلمانوں کی اتنی کثیر تعداد اس کہانی کو قبول کرنے کی طرف مائل کرلیا ہو۔"[8]

## 3:ناسخ و منسوخ کا لامحدود دائرہ

مستشرقین اس من گھڑت واقعے سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ناسخ و منسوخ کا دائرہ لامحدود ہے اور کبھی کبھی عقائد بھی اس کے زد میں آجاتے ہیں۔ واٹ اس کہانی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ نبی امی ﷺ نے ایک وقت میں قرآن کریم کے کسی نہ کسی حصے کی ایسی آیات کی تلاوت کی تھیں، جن سے بتوں کی عبادت اور شفاعت کے عقیدے کو تسلیم کیا گیا تھا اور بعد میں ان آیات کو منسوخ کردیا گیا، منٹگمری واٹ کا یہ زعم اس کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کسی وقت آپ ﷺ نے قرآن کریم کی کچھ آیات پڑھیں، جن میں بظاہر بتوں کی شفاعت کو تسلیم کیا گیا تھا، ایک روایت کے مطابق وہ آیات یہ تھیں: کیا تم نے غور کیا، لات اور عزی کے بارے میں اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے، وہ شاندار پرندے ہیں، ان کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے اوران جیسی چیزوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، پھر کچھ زمانہ بعد محمد ﷺ کے پاس اس کے علاوہ ایک اور وحی آئی جس نے اس وحی کی آخری تین آیتوں کو منسوخ کردیا اوران کے بدلے میں

دوسری آیتیں نازل ہوئیں جو یہ ہیں۔ کیا تم نے غور کیا لات اور عزی کے بارے میں اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں، یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے، نہیں پیروی کر رہے یہ لوگ مگر اپنے گمان اور اپنے خیال کی، حالانکہ ان لوگوں کے پاس رب کی طرف سے ہدایت آ گئی ہے۔"[9]

مستشرق مذکور نے ناسخ اور منسوخ کا یہ افسانہ اپنے دماغ اور تخیل باطل سے گھڑا ہے تفسیر اور احادیث کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں۔ اس عبارت میں واٹ قرآن پر ایک خطرناک وار کرنا چاہتا ہے، وہ مسلمانوں کے نزدیک ناسخ و منسوخ کی اصطلاحوں کو اپنی مرضی کے معنی پہنانا چاہتا ہے اور یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ ناسخ و منسوخ کا دائرہ لامحدود ہے اور عقائد بھی اس کے دائرے سے باہر نہیں، حالانکہ عقائد مسلمانوں کے نزدیک ناسخ و منسوخ کے دائرہ سے خارج ہیں۔

## 4۔ کفر کی جانب مراجعت کی خواہش

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو اپنے ہم نشینوں سے، جن سے آپ ﷺ کی الفت و محبت تھی، توحید کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور ذہنی و جسمانی اذیتیں اٹھانا پڑیں تو پھر آپ ﷺ کے نفس میں کفر کی جانب لوٹ جانے کی خواہش پیدا ہوئی، یہی غرانیق کا واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ان لات و منات کو بنات اللہ ٹھہرانا چاہا لیکن پھر جلد ہی اس خواہش پر قابو پا لیا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"ابتدائی اعتقادات کی جھلک اس طرح بھی نظر آتی ہے کہ عربوں کی طرح انہیں بھی جن و شیطان پر عقیدہ تھا۔ مکہ اپنے حرم کے ساتھ ان کے نزدیک بھی مقدس تھا۔ جس کے تقدس اور رسوم کو انھوں نے اپنے مذہب میں باقی رکھا۔ پھر ایک مرتبہ کفر کی جانب لوٹ جانے کی خواہش نے زور کیا، جس پر جلد ہی قابو پا لیا۔"[10]

یہ توجیہ اس بنیاد پر کی گئی ہے کہ رسول ﷺ کے لئے قوم کی مخالفت اعصاب شکن تھی جس کی وہ تاب نہ لاتے ہوئے (نعوذ باللہ) کفر کی جانب سے مراجعت کی خواہش کر بیٹھے حالانکہ قرآن کریم، رب کریم کی طرف سے آپ کے دل کو پختہ کر دینے کی خبر دیتا ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا﴾[11]

اسی طرح قرآن کریم نے محمد عربی ﷺ کو صاحب عزم واستقامت پیغمبروں کی پیروی کرنے کی تلقین کی ہے، حکم ہے:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾[12]

"پس آپ صبر کریں جس طرح اصحابِ عزم پیغمبروں نے صبر کیا"۔

اس صورتِ حال کا اندازہ آپ کو تھا، کیونکہ بعثت کے اعلان سے پہلے ہی ورقہ بن نوفل پیشن گوئی کر کے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر چکے تھے کہ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو توحید کی دعوت کے باعث اس شہر سے نکال دے گی۔[13]

## 5۔ محمد ﷺ کے عقائد وافکار میں تدریجی ارتقاء

مستشرقین یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عقائد وافکار میں تدریجی ارتقاء ہوئی ہے یعنی پہلے وہ تلک الغرانیق کے قائل تھے لیکن بعد میں اس کو چھوڑ دیا، گریو نے باؤم کا یہی خیال ہے کہ پہلے پہل تو آپ ﷺ نے ان بتوں کو بنات اللہ قرار دے دیا تھا پھر بعد میں آپ نے ان کے اور رب کریم کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا اور رب کریم کو ہی معبود واحد قرار دیا۔[14] حالانکہ داعی اسلام کا روز اول سے ان مشرکین سے اختلاف ہی اس بات میں رہا ہے کہ یہ لات و منات، رب کریم کے ہاں سفارشی نہیں ہیں۔ معبود واحد ہونے کی حیثیت سے تمام انواع

عبادات رب کریم کے ساتھ خاص ہونی چاہئیں، یہ بات تو خود مستشرقین کو بھی معلوم ہے اور وہ اس کے معترف ہیں کہ مشرکین مکہ ان دیویوں کو "بنات اللہ" سمجھتے تھے اور خالق کائنات وہ اللہ ہی کو قرار دیتے تھے، قرآن کریم نے مشرکین کے اس عقیدے سے نقاب کشائی کی ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾[15]

"اے محمد ﷺ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کئے ہیں تو کہہ اٹھیں گے اللہ نے"۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ عقیدہ جس کی تردید کے لئے خاتم الانبیا کو مبعوث کیا گیا وہ عقیدہ خاتم الانبیا کی زبان سے بطور تعریف و توصیف کے جاری ہو جائے، خصوصاً جب کہ مستشرقین خود اس کے معترف ہیں کہ یہ اضافہ سورۃ النجم کی تلاوت کے وقت ہوا ہے جب کہ سورہ النجم ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۲۳ ویں یا ۲۸ ویں سورت ہے۔ نیز مجاہد نے ذکر کیا ہے کہ پہلی وحی میں سورہ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئی تھیں، اس کے بعد سورہ "ن والقلم" نازل ہوئی تھی۔[16] اس سورت میں خدائے کریم نے فرمایا ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ○ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ﴾[17]

"یہ کفار تو چاہتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ بھی (اپنے عقیدے سے) ذرا ہٹ جائیں اور مدافعت اختیار کریں تو یہ کفار بھی اپنے عقیدے سے ہٹ جائیں اور آپ کسی قسم باز کمینہ کی بات مت تسلیم کیجئے"۔

ظاہر ہے کہ ان آیات میں خدائے کریم نے لطیف پیرائے میں ہر قسم کی نرمی اور مدافعت کی ممانعت فرمادی تھی، عربی زبان کے اسلوب میں "لو" امتناع کے لئے آتا ہے۔ سو معنی یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے یہ مدافعت ہرگز اختیار نہیں کی تھی۔ پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس بت پرست معاشرے میں "حنفی" یعنی اللہ واحد کی عبادت کرنے والے بعثت نبوی سے پہلے بھی موجود تھے اور یہ حضرات "بنات اللہ" کی عبادت و پرستش سے بیزار تھے۔ لہذا نقطہ نظر میں توسیع کی توجیہ

تو اس وقت درست ہو سکتی ہے، جب آپ ﷺ کی پہلی دعوت (معاذ اللہ) شرک کی ہو، یہاں تو دوسری وحی کی آیات ہی ہر قسم کی مداہنت کی ممانعت پر مشتمل ہیں، پھر کیسے ممکن ہے کہ ۲۳ ویں یا ۲۸ ویں وحی میں کہیں جا کر توحید خالص کی دعوت آئی ہو اور مشترک عبادت کی ممانعت وارد ہو۔

## 6۔ وقتی جذبہ مفاہمت

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ یہ واقعہ غرانیق دراصل اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ محمد ﷺ کفار کے ساتھ وقتی مفاہمت اختیار کرنے کا جذبہ رکھتے تھے، پھر یہی جذبہ آیات غرانیق کی صورت میں زبان پر جاری ہو گیا، کیرن لکھتی ہیں:

The Quran also refers to a moment when, it seems, Muhammad had tried to reach out to the Quraysh to still their fears and in the hope ofre-establishing friendly relations.[18]

اس دعوی کو ذکر کرنے کے بعد پھر کیرن سورہ بنی اسرائیل کی مندرجہ ذیل آیات بطور دلیل ذکر کرتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ○ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا﴾[19]

"قریب ہے کہ یہ لوگ (بزعم خود) آپ کو اس وحی سے جو ہم نے کی ہے سے پھیر دیں، تا کہ پھر آپ ہمارے نام پر اپنی طرف سے کچھ بنا لائیں اور پھر تو وہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم آپ کو مضبوط نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے۔"

کیرن نے مذکورہ آیت بطور دلیل پیش کی ہے لیکن اس سے اس دعوے کی تردید ہوتی ہے، کیونکہ اول تو ﴿تَرْكَنُ﴾ کا مطلب ہی خفیف جھکاؤ ہوتا ہے، پھر ﴿شَيْئًا قَلِيلًا﴾ اس کی کیفیت کو بالکل ہی ہلکا کر دیتا ہے، پھر اس پر مستزاد اسم ﴿كَادَ﴾ ہے، جو اس رکون کے نہ ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اس لئے کہ ﴿كَادَ﴾ کا معنی قریب ہونا ہوتا ہے۔ اس میں اس فعل کا وقوع نہیں ہوتا، ابن عطیہؒ کہتے ہیں:

ورسول الله لم يركن كادبحسب همه بموا ففتهم طمعا منه فى استئلافهم[20]

چنانچہ اب یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی آپ ﷺ نے کوشش کی تھی، اگر اس آیت کی تفسیر میں مذکور امام ابن جریر طبری کے بیان کردہ اقوال پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوستی کا ہاتھ کفار ہی نے بڑھایا تھا، ابن جریر طبریؒ نے ایک واقعہ تو یہ بتلایا ہے کہ ایک دفعہ محمد بن عبد اللہ ﷺ خانہ کعبہ میں حجر اسود کا بوسہ لینے کے لئے جب آگے بڑھ کر پہنچے تو مکہ مکرمہ کے قریش نے روکا اور کہا کہ جب تک کہ آپ ہمارے معبودوں کا عمدہ تذکرہ نہیں کریں گے، یا ان کو چھو نہیں لیں گے ہم آپ کو بوسہ نہیں لینے دیں گے، رسول کریم ﷺ نے بھی ان کے اس ارادے کے متعلق سوچا ہی تھا کہ آیت مذکورہ نازل ہو گئی۔ دوسرے واقعہ میں ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ پوری رات پیغمبر ﷺ کو اپنے ہاں بٹھائے رکھا اور مطالبہ کرتے رہے کہ آپ ہمارے بڑے ہیں اور ہمارے آقا کے صاحبزادے ہیں، اس طریقے سے وہ گویا خوشامد کے ذریعے آپ سے معبودوں کے بارے میں کوئی نرم بات کہلوانا چاہتے تھے، اس آیت کے ذریعے کسی نرم بات کہنے کی ممانعت کر دی گئی۔ تیسرے واقعہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام ان لوگوں کو قبولِ اسلام کی مہلت دینے کی خواہش رکھتے تھے کہ اس آیت کے ذریعے اس کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ ایک واقعہ میں اس چیز کا تذکرہ ہے کہ قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے عرض کیا تھا کہ ایک سال کی مہلت ہمیں دے دیجئے، ہمارے معبود کو ملنے والے تحفے تحائف جب ہم وصول کر لیں تو پھر اسلام قبول کر لیں گے، آیت کے ذریعے ممانعت کر دی گئی۔[21]

ان تمام واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دوستی کا ہاتھ انہوں نے بڑھایا تھا، پھر ان کے ارادوں، مطالبات اور خواہشات کے مقابلے میں اگر آپ کے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا بھی ہوا تھا تو وحی نے اس کو یکسر مسترد کر دیا اور آپ کا قلبی ارادہ بھی ختم ہو گیا اور آپ نے اس

ارادے کا کبھی اظہار بھی نہ فرمایا تھا پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی تھی، ہاتھ بڑھانے کی کوشش اوراس کے محض خفیف ارادہ میں بہت بڑا فرق ہے۔

### 7۔نقطہ نظر میں توسیع اور مالی فوائد کا حصول

مستشرقین یہ باور کراتے ہیں کہ مسلمانوں کے قائد دیگر مذاہب کے بارے میں وسعت نظری کرتے ہوئے ان کی بتوں کو پوجا کرتے تھے، منٹگمری واٹ نے واقعہ غرانیق کی یہ تین مندرجہ بالا توجیہات کی ہیں وہ لکھتا ہے:

> "محمد (ﷺ) نے قائدینِ قریش کی نسبت اس قدر کامیابی یقینا حاصل کرلی تھی کہ وہ آپ کی بات پر فکر مند ہو گئے تھے، چنانچہ ان کی طرف سے اس بات کی کوشش ہوئی کہ آپ کسی بھی صورت میں پڑوسی عبادت خانوں میں پوجا کو رہنے دیں۔ شروع سے مادی فوائد کی وجہ سے اس بات پر آمادہ تھے، اور یہ خیال تھا کہ اس طریقے سے مقصد کی تکمیل میں آسانیاں فراہم کردے گا مگر اللہ کی طرف سے نصحیت اور تنبیہ ہونے کے بعد آپ ﷺ کو دھیرے دھیرے یہ احساس ہو گیا کہ مذکورہ بالا طریقہ پر باہمی مفاہمت تباہ کن ہو گی، چنانچہ انہوں نے اصل حقیقت کو قائم رکھنے کے لئے وسائل کو بہتر بنانے کا منصوبہ تیار کیا اور تب شرک سے دست برداری کا ایسے سخت لفظوں میں اعلان کیا کہ مفاہمت اور سمجھوتے کے تمام راستے بند ہو گئے۔"[22]

گویا واٹ کا خیال بھی یہی ہے کہ داعی اسلام مادی فوائد کی خاطر ابتداءِ میں بتوں کے مخصوص عبادت خانوں میں پرستش پر راضی ہو گئے تھے، نیز یہ کہ آپ کا یہ خیال تھا کہ شاید اس طرح انہیں رفتہ رفتہ توحید خالص پر آمادہ کرنا آسان ہو جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ جہان کیرن نے سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت سے اس بارے میں استدلال کیا ہے تو واٹ نے طبری کی اس روایت پر اپنے نقطہ نظر کی بنیاد رکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے ساتھ پریشان کن تنازعے کا حل تلاش کرنے کے لئے غور و فکر کر رہے تھے، آپ اس مسئلہ کا ایسا مثبت حل چاہتے

تھے کہ اس سے قریش وحدانیت کو تسلیم کرلیں، اس فکر ہی کے دوران غرانیق کا واقعہ پیش آیا۔[23]

واٹ کا تصور یہ ہے کہ مشرکین کے بتوں یعنی لات، منات اور عزی کا تذکرہ قرآن کریم میں اس بات کی دلیل ہے کہ محمد (ﷺ) کا نقطہ نظر وسیع رہا ہے۔[24] واٹ کبھی "شیطانی آیات یعنی تلک الغرانیق" کو نقطہ نظر کی توسیع بتلاتا ہے کبھی وہ انہیں مادی فوائد سے منتھی کرتا ہے اور کبھی انہیں توحید خالص تک دھیرے دھیرے لے جانے کی کوشش قرار دیتا ہے۔ البتہ نقطہ نظر کی توسیع والی بات کو کیرن نے استفہامیہ انداز میں بیان کیا ہے وہ لکھتی ہے:

> "اگر یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے رہبر کی شعور میں وسعت پیدا ہورہی تھی تو اس بنا پر وہ عربوں کے لئے مشترک نقطہ نظر تلاش کرنے کی ضرورت سے بھی زیادہ آگاہ ہوگئے ہوں گے، خدا کی وحدانیت کا تصور قبائلی نظام کے لئے ناموافق تھا کیونکہ اس نظریئے کا تقاضا یہ تھا کہ سب لوگ واحد برادری میں متحد ہو جائیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عرب اتحاد کو اہم مقصد سمجھنے لگے۔ لیکن ۶۱۶ء میں جب قریش کے ساتھ شدید بگاڑ پیدا ہوا تو آپ کو فطرت کی بوقلمونیوں کے پس منظر میں حقیقت مطلق کو تلاش کرنے کی مذہبی ضرورت کا زیادہ احساس ہوگیا۔"[25]

کیرن نے آپ کے طرز عمل کو محض دوستی کا ہاتھ بڑھانا کی کوشش قرار دیا تھا، چنانچہ واٹ اور کیرن کے موقف میں صرف اتنا فرق ہے کہ واٹ داعی اسلام کے اس طرز عمل کو مادی فوائد کا حصول قرار دیتا ہے اور ساتھ ساتھ مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بھی قرار دیتا ہے۔ جب کہ کیرن اس طرز عمل کو مادی فوائد کے ساتھ منتھی کرنے کی مخالفت کرتی ہے، چنانچہ انہوں نے واضح الفاظ میں اس کی وضاحت کی ہے، کہ آپ کا طرز عمل کسی مادی فائدہ کی وجہ سے نہیں تھا۔[26]

یہاں اس بات کو واضح کردینا ضروری ہے کہ ایک طرف قرآن نے یہ تصریح کی ہے کہ قائدِ امت مسلمہ ان کی طرف جھکے نہیں تھے تو دوسری طرف تاریخ طبری کی مذکورہ بالا

روایت میں صرف اس قدر تذکرہ ہے کہ داعی اسلام کسی وحی کی خواہش رکھتے تھے، آپ نے کبھی کسی ایسی خواہش کا اظہار نہیں کیا ہے، اس نام نہاد واقعہ غرانیق کے علاوہ مستشرقین کے پاس کوئی دلیل یا قرینہ نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ ﷺ ان کی اس بت پرستی پر آمادہ تھے۔ ہرگز نہیں پھر اس پر مستزاد یہ کہ طبری کی یہ روایت اس کی تفسیر میں ہوتی تو شاید کسی درجہ میں قابل اعتناء ہوتی یہ تو اس کی تاریخ میں درج ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کیرن نے وضاحت کر دی ہے کہ طبری جیسا مورخ و مفسر صحیح و سقم روایات قاری کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔[27] اور فیصلہ اس پر چھوڑ دیتا ہے نیز یہی وجہ ہے کہ اس نے اصل استدلال قرآن کی آیت سے کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ داعی اسلام نے ابتدا ہی سے ان بتوں کی عبادت کو پرزور طریقے سے رد کر دیا تھا۔ واٹ کے پاس محمد ﷺ کے نقطہ نظر میں ارتقائی مدارج کی موجودگی کی اور تاریخ سازی کی کوئی دلیل نہیں ہے نیز اس کے اپنے بیانات میں واضح تضاد ہے۔

## واقعہ غرانیق کی استنادی حیثیت پر نقد

مستشرقین کے ہر اعتراض کے جواب کے لئے یہی کافی ہے کہ اس واقعہ کے استنادی حیثیت کو واضح کیا جائے، جس سے اس واقعہ کے ضعف اور صحت کا اندازہ لگ جائے۔ اس واقعے کو جس طرح روایات میں بیان کیا گیا ہے اگر یہ ایسا ہی پیش آیا ہوتا تو یہ واقعہ مکہ کا ایک تاریخی واقعہ ہوتا اور زبان زد خاص و عام ہوتا، متعدد صحابہ کرامؓ اسے بیان کر لیتے لیکن اس قصے کو بیان کرنے والی روایات کی اسناد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے علاوہ اور کسی بھی صحابی سے مروی نہیں ہے، ساتھ ہی تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی عمر ہجرت کے وقت صرف تین سال تھی، گویا بعثت کے پانچویں سال ان روایات کے مطابق یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت تو آپ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی، اس لئے یہ بات تو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آپؓ اس واقعہ کے عینی شاہد نہ تھے، یہ واقعہ اختراع کرنے والوں کو یہ خیال بھی

نہیں آیا کہ جس سال وہ اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کو بیان کر رہے ہیں اس سال عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ولادت بھی ہو چکی تھی یا نہیں؟

مسلمان محققین میں سے اکثر نے ان روایات کو موضوع قرار دیا ہے، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ زندیقوں کی گھڑی ہوئی کہانی ہے۔[28]

مشہور محدث امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل[29]

یعنی "نقل کے اعتبار سے یہ قصہ ثابت نہیں ہے"۔

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو کتب صحاح کے مصنفین میں سے کسی نے بیان نہیں کیا اور نہ ہی ثقہ راویوں نے اس کو صحیح اور متصل سند سے روایت کیا ہے، اس قصے کو بعض مؤرخین مفسرین اور ایسے لوگوں نے بیان کیا ہے، جو ہر عجیب و غریب بات کو اپنی تحریروں میں بیان کر دیتے ہیں اور جن مفسرین اور تابعین سے یہ قصہ مروی ہے، ان میں کسی نے بھی اس کو صحابی سے متصل سند کے ساتھ روایت نہیں کیا، اکثر طرق جن سے یہ قصہ مروی ہے وہ بہت زیادہ ضعیف ہیں"۔[30]

قاضی عیاض اس واقعہ کی سند کو موضوع بحث بنا کر فرماتے ہیں کہ اس روایت کی صرف ایک سند مرفوع ہے جو یہ ہے

"شعبة عن ابی البشر عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فيما احسب"

قاضی عیاض ابو بکر رازی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس روایت کو مذکورہ سند کے بغیر کسی متصل سند سے روایت نہیں کیا گیا، اس سند سے "فيما احسب" (یعنی میرا خیال ہے) کے الفاظ خود اس کی کمزوری اور ضعف کی علامت ہے، کیونکہ یہ الفاظ حدیث متصل ہونے میں شک کا اظہار کر رہے ہیں اور اس شک کی موجودگی میں نہ اس واقعہ پر اعتماد ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی حقیقت ہے۔

قاضی عیاض بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں اس روایت کی ایک سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس بھی متعارف ہے لیکن جہاں تک کلبی کی حدیث کا تعلق ہے تو کلبی تو ایسا شخص ہے جس کے ضعف اور کذب کی وجہ سے نہ تو اس سے روایت جائز ہے اور نہ ہی اس کا ذکر کرنا صحیح ہے۔[31]

اس قصے کے صرف اسناد ہی قابل اعتماد نہیں بلکہ اس کے متن میں اتنا اضطراب ہے کہ اس اضطراب کی وجہ سے اس واقعہ یا قصے کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ بعض روایات کے مطابق یہ الفاظ زبان نبوت سے حالت نماز میں نکلے اور کچھ روایات کہتی ہیں کہ قوم سے مخاطب ہوتے وقت زبان نبوت پر یہ الفاظ جاری ہوئے، بعض روایات میں ہے کہ آپ پر اونگھ طاری ہوگئی اور اس حالت میں زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان نے آپ کی آواز میں یہ الفاظ خود کہہ دیے تھے وغیرہ وغیرہ۔[32] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے سند میں کس قدر اضطراب ہے جس کی وجہ سے یہ قابل حجت نہیں ہے۔

اس کے باوجود مستشرقین نے اس واقعہ کو اسلام کا ایک اہم واقعہ قرار دیا ہے، اس دور کے ملحدین نے بھی اس واقعہ کا سہارا لیا ہے، سلمان رشدی نے اپنی کتاب The Stanic Versis میں اس واقعہ کو ایک ڈرامائی اسلوب میں پیش کیا ہے، جس کا مطلب لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا تھا،[33] حالانکہ اصولِ دین کے تناظر میں یہ واقعہ قابل قبول نہیں ہے، اس حقیقت کو چھپا کر مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراضات کرنا چاہتے ہیں، مسلمان کہتے ہیں، کہ یہ واقعہ موضوعی ہے لیکن اس کے باوجود متعصب مستشرقین نے اسلامی تعلیمات کو ہدف تنقید ٹھہرا کر توحیدی مذہب کو شرک کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کا بودی دعوی کیا اور اس کو ثابت کرنے کے لئے ناکام کوشش کی ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ بعض مستشرقین نے بھی اس دعوے کی تردید کی ہے، جس کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

## معتدل مزاج مستشرقین کے نزدیک واقعہ غرانیق کی توجیہ

متعصب مستشرقین کے اس خیال کی تردید میں خود مستشرقین کے ایک گروہ نے جواب دیاہے، یہ وہ نکتہ ہے جو معاصر معتدل مستشرقین کو اپنے پیش رو متعصب مستشرقین سے جدا کرتا ہے۔ کیرن نے اپنے سے پہلے مستشرقین میکسم اور واٹ کے حوالے سے یہ خیال ظاہر کیاہے کہ اس واقعہ کی ایسی تشریح بھی ممکن ہے جس سے اہانت رسول کا پہلو نہیں نکلتا، ان کا کہنا ہے کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ آسمان اور زمین میں اونچا اڑنے والے یہ "کونج" نامی پرندے مسلمانوں کے پیغمبر کے نزدیک فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ اور انبیائے کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے، اس طرح وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بنات اللہ سفارش کریں گے۔[34] اس حوالے سے منٹگمری واٹ نے لکھاہے:

"چونکہ مسلمان تدریجی ارتقا کے مغربی نظریہ سے واقف نہیں ہیں، اس لئے ان کی رائے یہ تھی کہ محمد ﷺ اسلامی عقیدہ کے پورے مفہوم سے ابتدا ہی سے باخبر تھے، یہ لوگ یہ بات نہیں مانتے ہیں کہ محمد (ﷺ) ابتدائے اسلام میں شیطانی فقروں کو اسلام کے خلاف نہیں سمجھا، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ محمد عربی (ﷺ) کا عقیدہ توحید ان کے تعلیم یافتہ معاصرین کے عقیدہ توحید کی طرح اصل میں غیر واضح تھا، انہیں اس وقت تک یہ خیال نہیں آیا تھا کہ خداوند کی ان مخلوقات کو تسلیم کرلینا توحید کے منافی ہو گا۔ وہ لات وعزی اور منات کو اس وقت تک خداوند سے کمتر مگر آسمانی مخلوق سمجھتے تھے جس طرح یہودیت اور عیسائیت میں فرشتوں کے وجود کو تسلیم کیا گیاہے، قرآن نے مکی دور کے آخر میں ان کا تذکرہ "جن" کہہ کر کیاہے لیکن مدنی دور میں وہ ان کو بے حقیقت اور محض نام قرار دیتاہے، اگر یہ سب کچھ ہوا تو پھر یہ ضروری نہیں رہ جاتا کہ ہم شیطانی فقروں کا کوئی دوسرا سبب دریافت کریں، کیونکہ یہ واقعہ توحید سے شعوری طور پر پسپائی کو ثابت نہیں کرتا، بلکہ اس کے ذریعہ ان نظریات کی ترجمانی ہوتی ہے، جن کی طرف سے آپ نے ہمیشہ مدافعت کی ہے"۔[35]

مکی دور کے حوالے سے وہ سورہ صافات کی آیت ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾[36] سے استدلال کرتا ہے جب کہ مدنی دور کے حوالے سے وہ سورہ نجم کی آیت ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا﴾[37] سے استدلال کرتا ہے، معلوم نہیں کہ وہ سورہ صافات کو مکی دور کے آخری حصے اور سورہ نجم کو مدنی دور سے منتھی کیوں کرتا ہے، سورہ النجم کی یہ آیات مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئی تھیں۔

یہاں پہلے یہ واضح ہونا ضروری ہے کہ غرانیق، غرنوق کی جمع ہے اس کا معنی ہے پرندہ، ابن الاثیر نے اس کا معنی "کرکی" جانور بتلایا ہے۔[38] ابن جوزی نے لکھا ہے کہ کفار جب بتوں سے رب کریم کے ہاں سفارش کی دعا کرتے تھے تو ان بتوں کو ان اونچے اڑنے والے پرندوں سے تشبیہ دیتے تھے۔[39]

دوسری بات یہ ہے کہ یہ شعر "تلك الغرانيق العلى، وإن شفاعتهن لترتجى" مشرکین دوران طواف اونچی آواز میں پڑھتے تھے، حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں:

> وكانت قريش تطوف بالكعبة وتقول واللات والعزى ومناة الثالثة الاخرى فانهن الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى وكانو يقولون بنات الله عزوجل وهن يشفعن اليه[40]

اس سے بات تو واضح ہوگئی کہ داعی اسلام کو یہ معلوم تھا کہ وہ غرانیق سے اپنے بت مراد لیتے ہیں، یہ ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان بتوں کو فرشتوں کی طرح شفیع اور سفارشی سمجھتے ہوں، فرشتے، نوری مخلوق ہیں جو پردہ غیب میں رہتے ہیں جب کہ بت بے جان مورتیاں ہیں جنہیں حضرت انسان خود تراشتا ہے پھر جس معاشرے میں آپ مبعوث ہوتے ہیں، ان میں بت پرستی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، نیز وہ ان بتوں کو الہ مطلق بھی نہیں سمجھتے ان کا عقیدہ ہی ان کے سفارشی ہونے کا ہے، اس ساری صورتحال میں کیسے ممکن ہے کہ داعی توحید اس غلط فہمی میں ہوں کہ شاید یہ بت بھی فرشتوں کی طرح شفیع وسفارشی ہوں۔

## قصہ غرانیق پر کیرن آرم سٹرانگ کی منصفانہ رائے

کرن آرم سٹرانگ شاید سیرت النبی پر لکھنے والے مستشرقین میں سے واحد مستشرقہ ہیں، جنھون نے قصہ غرانیق کے استنادی پہلو سے تعرض کیا ہے، اگرچہ ان کی بات بھی ایک اعتبار سے محل نظر ہے، تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ مسلمان روایت کی صحت و ضعف میں جس امر کو سب سے مقدم و ملحوظ رکھتے ہیں، طائفہ مستشرقین میں سے کسی ایک فرد سے ہی سہی اس عمل کو قابل اعتناء تو سمجھا ہے۔ کیرن نے لکھا ہے کہ مسلمان صرف اس بنیاد پر اس قصے کو وضعی اور غیر مستند سمجھتے ہیں کہ نہ تو قرآن میں کسی ایسے قصے کی طرف اشارہ ہے نہ سیرت کی ابتدائی کتاب تاریخ ابن اسحاق میں اور نہ بخاری و مسلم کے مستند مجموعہ حدیث میں، مسلمان ان روایات کو اس لئے مسترد نہیں کرتے کہ ان میں تنقید کا پہلو نکلتا ہے، بلکہ اس لیے کہ ان روایات کی کوئی مستند سند موجود نہیں۔[41]

کیرن کی یہ بات تو بالکل درست ہے کہ قصہ غرانیق کی طرف کوئی اشارہ قرآن کریم میں موجود نہیں مزید برآں سیرت و حدیث کی معتبر ترین کتب اس کے تذکرے سے خالی ہیں، البتہ یہ بات کہ مسلمان اسے صرف عدم دستیابی سند معتبرہ کی بنیاد پر ہی مسترد کرتے ہیں، غلط ہے اس لئے یہ کہ قدیم و جدید مفسرین، محدثین، سیرت نگار اور مورخین اسے اس بنیاد پر بھی رد کرتے ہیں کہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبوت محمد ﷺ تسلط شیطانی سے محفوظ نہیں ہے، امام رازیؒ نے عقلی دلائل کی بنیاد پر اس روایت پر نقد کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

خامسها و هو اقوى الوجوه انا الله جوازنا ذلك ارتفاع له الا من وعد شرف و جوازنا في كل واحد من الاحكام و الشريعه ان يكونوا كذلك وجبت له قوله تعالى "يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس" الخ [42]

"اس روایت کے مردود ہونے کے عقلی دلائل کے بیان میں پانچویں دلیل میں سب سے مضبوط ہے وہ یہ ہے، کہ وحی میں ترمیم اور شیطانی تسلط کے امکان کو اگر ہم تسلیم کرلیں تو پھر ہمارا اطمینان ساری شریعت سے اٹھ جائے گا اور ہم شریعت کے سارے احکام میں

شیطان کے تسلط و ترمیم کو جائز قرار دے سکیں گے اور پھر ایسی صورت میں اللہ کریم کا یہ ارشاد کہ "اے رسول جو کچھ جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ نے پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ کریم ہی لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے" باطل ہو جائے گا بصورت تسلیم اس آیت کے معنی کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے اس لئے کہ عقلی اعتبار سے وحی میں کمی اور زیادتی میں کوئی فرق نہیں ان مذکورہ دلائل کی بنیاد پر ہم یہ سمجھ چکے ہیں کہ یہ قصہ غرانیق من گھڑت ہے۔"

امام رازی علیہ الرحمہ کی طویل عبارت کو جو اس واقعہ کے مردود ہونے کے نقلی اور عقلی دلائل پر مشتمل ہے، بعد میں آنے والے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے اسی طرح قاضی عیاض رحمہ لکھتے ہیں:

"باقی رہی عقلی اعتبار سے اس حصے کا مردود ہونا تو نبی محترم کی عصمت پر دلائل قائم ہو چکے ہیں اور امت کا اجماع ہو چکا ہے نیز اس بات پر بھی اجماع ہے کہ محمد بن عبد اللہ کی نبوت اس قسم کے خرافات اور رذایل سے پاک تھی۔ رہی یہ بات کہ نزول قرآن کے وقت ایسی وحی بھی نازل ہوتی، جس میں رب کریم کے علاوہ معبودوں کی تعریف ہو یا یہ کہ شیطان نبی مکرم ﷺ پر غلبہ پا کر قرآن مشتبہ کر لے کہ غیر قرآن کو قرآن سمجھنے لگے اور پھر جبرائیل علیہ السلام کو متنبہ کرنے کی ضرورت پیش آئے کہ یہ قرآن نہیں ہے، یہ سب باتیں نبی محترم کے حق میں ناممکن ہیں، نیز یہ کہ یا تو یہ صورت تھی کہ آپ ﷺ نے جان بوجھ کر محض اپنی طرف سے یہ کلام وحی میں داخل کر دیا ہو ایسا کہنا کفر ہے یا یہ کہنا کہ نبی معظم ﷺ کو غلطی لگی تھی تو نبی تو معصوم ہوتا ہے ہم نے مضبوط دلائل اور اجماع امت سے یہ بات واضح کی کہ خاتم النبیین ﷺ اس بات سے پاک وصاف اور معصوم ہیں کہ آپ ﷺ کی زبان پر عمداً یا سہواً کلمات کفر جاری ہوں یا فرشتے کا کہا آپ پر مشتبہ ہو جائے یا شیطان کو آپ پر تسلط ہو جائے یا پھر جان بوجھ کر بولنے سے اپنی طرف سے باتیں بنالیں کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (اگر آپ ہم پر باتیں بنائیں گے تو آپ کا

دایاں ہاتھ پکڑیں گے اور آپ کی شہ رگ کاٹ دیں گے) نیز یہ کہ دوسری آیت میں ہے (ایسی صورت میں ہم آپ کو زندگی اور موت کا دوہرا عذاب چکھائیں گے"۔[43]

اس طویل اقتباس سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کے ہاں قصہ غرانیق محض ضعیف سند کے باعث مشہور موضوع نہیں بلکہ اس کا براہ راست تعلق عصمت نبوت کے مسئلہ سے بھی ہے اور اس واقعے کو تسلیم کر لینے کی صورت میں نبی کی عظمت بھی محفوظ نہیں رہتی اور یہ لازم آتا ہے کہ اس پر نازل ہونے والی وحی شیطانی ترامیم سے محفوظ نہیں ہو سکتی ہے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کل کا کل دین اور ساری شریعت محل شکوک و شبہات بن جائے گی اور خالق و مخلوق کے درمیان ہدایت الہیہ کا راستہ مشکوک ہو جائے گا۔

## غرانیق افسانے کی حقیقت قرآن کی روشنی میں

مسلمانوں کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے، بعض مستشرقین کی تردیدات کے بعد اس واقعہ کی حقیقت پر قرآن کریم کی روشنی میں تحقیق کیا جاتا ہے، تو قرآن کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ غلبہ اور اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام پر بھی تسلط قائم کرے، جس کا اندازہ قرآن سے بھی ہوتا ہے:

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا﴾[44]

اور جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکتا اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے لئے۔

اللہ تعالی اپنے انبیاء اور رسل کی خصوصی حفاظت کرتے ہیں اور جو کتابیں اور ہدایت اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے نازل فرماتے ہیں تو اس میں دخل اندازی کرنا یا اس کی روشنی کو دھندلا کر دینا قطعاً شیطان کے بس سے باہر ہے، اللہ تعالی نے ہدایت کی روشنی کو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک رکھنے کیلئے خصوصی انتظام فرمایا ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۝ لِيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾[45]

تو مقرر کر دیتا ہے اس رسول کے آگے اور اس کے پیچھے محافظ تاکہ وہ دیکھ لیں گے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات (لوگوں تک) پہنچا دیئے ہیں اور ان کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالی ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کا اس میں شمار کر رکھا ہے۔

اس ہدایت کی حفاظت کو رسالت کے ساتھ ہی پہلے سے اور بھی سخت کر دیا گیا، جنات پہلے تو کوئی نہ کوئی ایسی جگہ تلاش کر لیتے تھے جہاں بیٹھ کر وہ آسمانوں پر ہونے والی گفتگو سن سکتے لیکن اب تو ان کے لیے ایسا کرنا ناممکن ہے، قرآن کریم نے اس حقیقت کو جنوں کی زبانی ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا﴾[46]

"اور سنو ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمان کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا اور پہلے تو ہم بیٹھ جایا کرتے تھے ان کے بعض مقامات پر سننے کے لئے لیکن اب جو جن سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لیے کسی شہاب کے انتظار میں"۔

آسمان کی حفاظت کا جو یہ اہتمام کیا گیا اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ آسمانی ہدایت کو ہر قسم کی دخل اندازی سے پاک رکھے، اس وحی میں نہ تو جنوں اور شیاطین کو کسی قسم کی دخل اندازی کی جرات تھی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ اس میں اپنی طرف سے کوئی تغیر و تبدیل کر سکتے تھے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾[47]

"کہہ دیجئے مجھے اختیار نہیں کہ رد و بدل کر دوں اور اس میں اپنی مرضی سے اور میں نہیں پیروی کرتا کسی چیز کی مگر وحی کی جو میری طرف کی جاتی ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو اس کی عذاب سے ڈرتا ہوں"۔

قرآن کریم میں ایک اور جگہ اس حقیقت کو اتنے پر جلال انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اسے دیکھ کر انسان کانپ اٹھتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ○ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾[48]

"اگر وہ خود گھر کے بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی شہ رگ کاٹ دیتے، اسکے بعد تم میں سے کوئی بھی ہمیں اسے روکنے والا نہ ہوتا"۔

جس کتاب کی حفاظت کے لئے خود پروردگار عالم نے اتنے انتظامات فرمائے، تو اس کی حفاظت میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے ان تمام راستوں کو ہی مسدود کر دیا جن کے ذریعے ابلیس کسی بھی حیثیت میں اس مقدس کلام میں دخل اندازی کر سکے، جس کے متعلق پروردگار عالم نے اپنے حبیب کو اتنے سخت الفاظ میں تنبیہات فرمائی، پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی زبان مبارک پر شیطان ایسے کلمات جاری کردے جو قرآن کریم اور اصول رسالت کی روح سے متصادم ہوں، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

"امت کا اس بات پر اجماع ہے، کہ کلام اللہ کی نشر واشاعت اور تبلیغ میں رسول ہاشمی ﷺ سے غلطی ہرگز نہیں ہو سکتی، نہ قصداً و عمداً اور نہ سہواً و خطاءً، گویا زبان نبوت ہر قسم کی غلطی سے معصوم تھا"۔[49]

یہ قصہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے متصادم ہے، اور جو واقعہ قرآن کی ایات سے متصادم ہو وہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے، بالخصوص جس ایت میں اللہ تعالیٰ قرآن کی حفاظت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾[50]

"بیشک ہم نے ہی اتارا ہے اس قرآن کریم کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

خلاصہ کلام یہ کہ قصہ غرانیق کے متعلق وہ روایات جو خداوند کریم کے واضح اعلان سے متصادم ہیں، وہ اختراع ہے، اور قرآن کریم اور اصول رسالت کی روح سے متصادم ہیں، اس

لئے جو واقعہ مستند نہ ہو اور خود مسلمان محققین اس کو موضوعی قرار دیتے ہیں اس سے مستشرقین کا استدلال کرنا بے محل اور غلط ہے۔

## نتائجِ تحقیق

1۔ مستشرقین نے اس افسانے کو اپنی مذموم تحقیقات میں خوب استعمال کیا تاکہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ اسلام ہمیشہ ایک توحیدی مذہب نہیں رہا۔

2۔ مستشرقین یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیغمبر اسلام شرک کو جواز مہیا کرتے رہے جیسا کہ منٹگمری واٹ کے خیالات سے ثابت ہو رہا ہے۔

3۔ غرانیق کا واقعہ مستشرقین کا دلچسپ موضوع رہا ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کو مشکوک بنانے کے لئے گھڑی ہوئی باتیں ہیں، جن کو مستشرقین اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

4۔ بیسویں صدی کے بعض مستشرقین اس قصے کی توجیہ کفر کی جانب مراجعت کی خواہش سے کرتے ہیں جب کہ بعض اسے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقطہ نظر میں تدریجی ارتقاء قرار دیتے ہیں، بعض اسے نقطہ نظر کی توسیع قرار دیتے ہیں، واٹ اسے مادی فوائد کے حصول سے منتھی کرتے ہیں، وہ اسے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بھی قرار دیتے ہیں، میکم، واٹ اور کیرن کے نزدیک اس کا امکان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لات منات اور عزی کو فرشتوں اور جنات کی طرح بنات اللہ سمجھتے ہیں۔

5۔ واقعہ کا محرک تلاش کرنے میں مستشرقین سے بے شمار غلطیاں ہوئی ہیں ان کی تمام توجیہات کا ماخذ یا ضعیف روایات ہیں یا ظنی تاریخ سازی ہے۔ کیرن آرمسٹرانگ نے قصہ غرانیق کی استنادی حیثیت کے متعلق لکھا ہے کہ مسلمان اس قصے کو عدم دستیابی سند معتبرہ کی وجہ سے تسلیم نہیں کرتے، یہ درست ہے البتہ ان کا یہ کہنا درست نہیں کہ رد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے بلکہ عصمت نبوت کے خلاف ہونے کے باعث رد کرنا بھی ایک اہم وجہ ہے۔

6۔ قصہ غرانیق نقلی و عقلی اعتبار سے مردود ہے۔

7۔ اس من گھڑت واقعہ سے یہ تاثر دے دیا گیا ہے کہ ناسخ و منسوخ کا دائرہ لا محدود ہے، اور کبھی کبھی عقائد بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ قرآن کریم کی روشنی میں اس قصے کی حقیقت ایک افسانے سے زیادہ نہیں۔

8۔ جس صحابی کی طرف اس قصے کی روایت کی نسبت کی جارہی ہے وہ اس افسانے کی وقوع پذیر ہونے کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

## حواشی وحوالہ جات

1 جامع البیان، محمد بن جریر الطبري (المتوفى:310ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ،2000م، ج:17، ص:186، الدر المنثور، جلال الدین سیوطی، دار العلم، بیروت، ج:4، ص:367۔

2 [النجم:(53)19،20]۔

3 تفسیر الطبري= جامع البیان محمد بن جریر الطبري (المتوفى:310ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ،2000م(18/664)۔

4 الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، أحمد بن محمد، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، لبنان،2002م،(7/29)۔

5 [الإسراء:(17)73-75]۔

6 [الحج:(22)52]۔

7 Muhammad: Prophet and Statesman, W. Montgomery Watt, Oxford University Press, p: 62.

8 Muhammad: Prophet and Statesman, W. Montgomery Watt, Oxford University Press, p:61.

9 Muhammad: Prophet and Statesman, W. Montgomery Watt, Oxford University Press, p:60.

10 Shorter Encyclopedia of Islam, H.A.R Gibbs, Brill, 1953, P:391.

11 [الفرقان:(25)32]۔

12 [الأحقاف:(46)35]۔

13 صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، باب بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث:1407۔

14 Classical Islam, E.Von Grunebaum, Translated by Katherine Watson, London, 1970, P:31.

15 [لقمان:(31)25]۔

16 الاتقان فی علوم القران، جلال الدین السیوطی، مجمع الملک فهد، ط:1، ج:1، ص:160۔

17 [القلم:(68)9،10]۔

18 Karen Armstrong, MUHAMMAD, A Western Attemp to Understand, Islam, London, 1991, P: 110.

19 [الإسراء:(17)73،74]۔

20 ابن عطیہ اندلسی، ابو بکر غالب بن عبد الرحمان، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1422ھ، 3/475۔

21 تفسير الطبري = جامع البيان محمد بن جرير الطبري (المتوفى: 310هـ)، مؤسسة الرسالة، 2000م (18/665، 666)۔

22 Muhammad at Mecca, Watt, Montgomery, Oxford, 1953, PP: 108-109.

23 تاریخ الامم والرسل والملوک، محمد بن جریر طبری، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1407ھ، ج: 5، ص: 550۔

24 Muhammad at Macca, PP: 103-104.

25 Karen, Muhammad, P: 117.

26 IBID, P: 113.

27 IBID, P: 113.

28 الدر المنثور، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ)، دار الفكر، بيروت، ج: 4، ص: 366۔

29 الاسرائیلیات والموضوعات، محمد بن محمد ابو شھبہ، دار الفکر بیروت، ص: 315۔

30 الشفا بتعریف حقوق المصطفى، عیاض بن موسى بن عیاض السبتي، (المتوفى: 544هـ)، دار الفیحاء، عمان، الطبعة: الثانیة - 1407 هـ (2/295)۔

31 نفس مصدر۔

32 الشفا بتعریف حقوق المصطفى، عیاض بن موسى بن عیاض السبتي، (المتوفى: 544هـ)، دار الفیحاء، عمان، الطبعة: الثانیة - 1407 هـ (2/295)۔

33 Slman Rushdi, The Satanic Verses (London ,Vintage Books 1988).

34 114IBID, P:

35 Muhammad at Mecca, Watt, Montgomery, Oxford, 1953, PP: 108.

36 [الصافات:(37)158]۔

37 [النجم:(53)23]۔

38 ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النھایۃ فی غرب الحدیث والاثر، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1997ء، ص: 1383۔

39 ابن جوزی، ابو الفرج، عبد الرحمان بن علی، غریب الاحادیث، درالکتب العلمیۃ بیروت، 1905ء، 2/155۔

40 حموی، یاقوت بن عبد اللہ، معجم البلدان، دار الفکر بیروت، 4/116۔

[41] Karen, Muhammad, P: 111.

[42] الرازی، التفسیر الکبیر، أبو عبد الله محمد بن عمر الرازي الملقب بفخر الدین الرازي (المتوفى:606ھ)، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، الطبعة: الثالثة-1420ھ-ج:43، ص:45۔

[43] الشفا بتعریف حقوق المصطفى، عیاض بن موسى بن عیاض السبتي، (المتوفى:544ھ)، دار الفیحاء، عمان، الطبعة: الثانیة، 1407ھ (2/293)۔

[44] [الإسراء:(17)65]۔

[45] [الجن:(72)27،28]۔

[46] [الجن:(72)8]۔

[47] [یونس:(10)15]۔

[48] [الحاقة:(69)45-47]۔

[49] الشفا بتعریف حقوق المصطفى، عیاض بن موسى بن عیاض السبتي، (المتوفى:544ھ)، دار الفیحاء، عمان، الطبعة: الثانیة-1407ھ (2/293)۔

[50] [الحجر:(15)9]۔